اردو زبان

میں

علمی اصطلاحات کا مسئلہ

از

مولوی عبدالحق صاحب

(معتمد اعزازی انجمن ترقی اردو پاکستان)

شائع کردہ

انجمن ترقی اردو پاکستان ـ کراچی

۱۹٤۹

مطبوعہ العرب پریس، کراچی - ۵

اردو زبان میں

علمی اصطلاحات کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرے علم اور تحقیق میں ہندوستانی زبانون میں اردو ہی ایک زبان ہے جس میں زمانۂ دراز سے علمی اصطلاحات پر غور و فکر کیا گیا اور مختلف اوقات میں اس کے اصول وضع کیے گئے - ایک صدی زیادہ کا عرصہ ہوا جب کہ دہلی کالج میں تمام جدید علوم مثلاً جغرافیہ، تاریخ، نیچرل فلاسفی، ریاضیات، معاشیات، قانون، طبعیات وغیرہ وغیرہ اردو زبان کے ذریعے سے پڑھائے جاتے تھے- سارے ہندوستان میں صرف یہی کالج تھا جہاں اس اصول پر عمل ہوتا تھا - اس وقت کے ماہرین تعلیم نے نیز سرکاری رپورٹون میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ کالج کے مشرقی شعبے کے طلبہ کی قابلیت ان طالب علموں سے کسی طرح کم نہیں جو انگریزی کے ذریعے ان علوم کی تحصیل کرتے ہیں - کالج کی مجلس ترجمہ نے تخمیناً ڈیرھ سو کتابوں کا ترجمہ کیا یا کتابیں تالیف کیں - صرف ترجمہ ہی نہیں بلکہ اصطلاحات کے وضع کرنے کے اصول بھی تجویز کئے ہیں -

یہاں ان اصول کا مختصر ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

۱۔ جب سائنس کے کسی ایسے لفظ کا مترادف اردو میں موجود نہ ہو جو سادہ خیال ظاہر کرتا ھے مثلا سوڈیم، پوٹے سیم، کلورین وغیرہ، تو وہ بجنسہ اردو میں لے لیا جائے۔ یہی اصول ان القاب و خطابات اور عہدوں کے متعلق بھی اختیار کیا جائے جن کا ذکر تاریخ میں آتا ھے۔

۲ ۔ جب سائنس کے کسی ایسے لفظ کا ھم معنی اردو لفظ موجود ھے جو سادہ خیال ظاہر کرتا ھے تو اردو لفظ استعمال کیا جائے۔ مثلا آئرن کے لئے لوھا، سلفر کے لئے گندھک، منسٹر کے لئے وزیر، سمنز *Summons* کے لئے طلب نامہ۔

۳۔ اگر لفظ مرکب ھے اور اس کے دونوں جز انگریزی ھیں اور دونوں میں سے کسی کا ھم معنی لفظ اردو میں نہیں تو وہ لفظ بجنسہ اردو میں منتقل کرلیا جائے مثلاً ھای ڈرد کلورین۔ کیوں کہ ھای ڈروجن اور کلورین کے ھم معنی لفظ اردو میں نہیں ھیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ پورے انگریزی جملے کو اردو میں لے لیا جائے۔

۴ - اگر لفظ مرکب ھے اور اردو میں اس کا

کوئی ہم معنی لفظ نہیں، مگر اس کے ہر دو اجزا کے الگ الگ مترادف اردو میں موجود ہیں تو یا تو ان دونوں کو ملا کر یا کسی دوسرے مساوی مفہوم کے الفاظ میں ترجمہ کرلیا جائے جیسے کرانو لوجی *Chronology* کا ترجمہ علم زمان، ھاؤس آف لارڈز کا کچھری امیروں کی، ھاؤس آف کامنز کا کچھری وکلاے رعایا کی یا صرف کچھری وکلا کی۔

۵۔ جب یہ قاعدہ یا قاعدۂ ذیل آسانی سے مطابق نہ ہو تو پھر غیر زبان کا لفظ اردو میں لے لیا جائے۔ جیسے ھائیڈروجن، نائٹروجن وغیرہ۔

٦۔ اگر مرکب لفظ ایسے دو مفرد الفاظ سے بنا ھے جن میں سے ایک کا مترادف اردو میں موجود ھے مگر دوسرے کا مترادف نہیں ھے تو ایک انگریزی اور دوسرے اردو سے مرکب بنالیا جائے۔

۷۔ بعض لفظ ایسے ھیں جیسے آرڈر *Order* کلاس، جینس *Genus*، سپیشیز *Species* جن کے مترادف اگرچہ کسی نہ کسی صورت میں اردو میں پائے جاتے ھیں تاھم انگریزی الفاظ اردو میں منتقل کر لئے جائیں تو مناسب ھوگا۔ کیونکہ اردو میں اس قبیل کے الفاظ ایک دوسرے

کے مترادف ہوتے ہیں اس سے اصل مفہوم کے سمجھنے میں مغالطہ پیدا ہوجاتا ہے۔ حالاں کہ ان الفاظ کے معانی کا امتیاز نیچرل ہسٹری میں بہت اہم ہے۔

۸۔ درختوں کے انواع (یا خاندانوں) کے نام یا تو اس نوع خاندان کے کسی ممتاز فرد کے نام پر رکھے جاتے ہیں یا نوع کے بعض مشترک خواص کی بنا پر نام رکھ لیا جاتا ہے۔ اس قاعدے کی پابندی اردو میں بھی کی جائے۔ اگر یہ زیادہ سہل اور کارآمد ثابت ہو کہ ہر نوع (خاندان) کے الگ الگ نام صرف اس کے خاص اور نہایت ممتاز افراد پر رکھے جائیں تو پھر یہی کیا جائے۔

اوپر کے قواعد میں اردو مترادف سے ایسا لفظ مراد ہے جو ملک کے تعلیم یافتہ اور متوسط درجے کے طبقے میں معروف ہے۔ اگر ہماری مشرقی زبانوں کی لغات میں کوئی ہم معنی لفظ نہ ملے اور پنڈتوں اور مولویوں سے پوچھنے کی ضرورت پڑے تو اس سے تو یہ بہتر ہے کہ انگریزی لفظ ہی اختیار کرلیا جائے۔ سائنس کا ترجمہ انگریزی سے کیا جائے گا اس لیے انگریزی الفاظ سے زبان کو بچانا ناممکن ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کی گئی تھی کہ جہاں تک آسانی سے ممکن ہو انگریزی الفاظ کے استعمال سے احتراز کیا جائے۔

جو شخص کسی سائنس کی کتاب کا ترجمہ کرنا چاھتا ھے تو اُسے چاھیے کہ اس سائنس پر جو کتابیں اس سے قبل لکھی جاچکی ھیں انہیں مہیا کرے اور جب تک کوئی خاص وجہ نہ ھو انہی الفاظ کے استعمال کرنے کی کوشش کرے جو ان کتابوں میں استعمال کیے گئے ھیں۔ جب کسی انگریزی جملے میں کسی خاص واقعے کی طرف اشارہ ھو جس سے اھل ھند واقف نہ ھوں تو مترجم کو چاھیے کہ حاشیے میں یا مناسب ھو تو متن میں اس کی مختصر طور پر تشریح کردے۔

مترجم کو لفظ بہ لفظ ترجمے کی کبھی کوشش نہیں کرنی چاھئے۔ ترجمے میں سب سے بڑی بات اصل مفہوم یعنی جملے کے معنے اور مطلب کو صحیح طور سے ادا کرنا ھے خواہ اس کی ساخت یا طرز ادا کیسی ھی مختلف کیوں نہ ھو۔

کیمسٹری کی اصطلاحات کے متعلق یہ مشورہ دیا گیا تھا کہ تمام انگریزی اصطلاحی لفظ بہ جنسہ اردو میں لے لینا مناسب ھوگا۔ البتہ جن کیمیائی عناصر کے نام اردو میں موجود ھیں وہ ویسے ھی رھنے دئے جائیں۔ لیکن مرکبات میں انگریزی نام ھی رھیں جیسے ھائیڈرو سلفرک وغیرہ۔ چوں کہ اصطلاحی الفاظ کے مادے تعداد میں زیادہ نہیں اس لیے ان کی تفہیم میں کچھہ زیادہ مشکل نہ ھوگی۔

نباتیات کا ترجمہ بہت کٹھن ہے۔ یورپی مصطلحات کا لفظی ترجمہ بالکل مہمل ہوجائے گا۔ البتہ جو دوسرا طریقہ درختوں کے خاندانوں کے نام رکھنے کا بتایا گیا ہے وہ زیادہ بہتر ہے اور عام طور پر مستعمل ہے، خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ یورپ میں کسی خاندان کے نہایت ممتاز افراد وہی نہیں ہوتے جو ہندوستان میں ہیں۔ بہ ہر حال یہ نہایت ضروری ہے کہ کوئی صاحب جو نباتیات کا علم رکھتے ہوں اور اردو بھی خوب جانتے ہوں اس کام کو انجام دیں۔

یہ اصول اس زمانے کے اعتبار سے بہت مناسب اور معقول تھے - یہ کالج اگر قائم رہتا تو اردو کی بہت بڑی خدمت کرتا اور یہی سب سے پہلی اردو یونیورسٹی ہوتا۔

اس کے بعد جیسے کوئی ستر سال کا عرصہ ہوتا ہے مولوی سید حسین بلگرامی (نواب عماد الملک مرحوم) نے ایک نہایت عالمانہ اور ناقدانہ مقالہ اس موضوع پر لکھا۔ اس مقالے کی تحریر کا باعث یہ ہوا کہ اس زمانے میں حکومت بنگال نے دیسی زبانوں میں طبی رسائل کی تالیف کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی تھی۔ کمیٹی کے دو ارکان نے اپنی تجویزیں پیش کیں۔ ان میں سے ایک اس وقت کے فاضل اور ماہر علم اللسان بابو راجندر لال متر تھے۔ ان کی تجویز کے متعلق نواب صاحب

لکھتے ہیں کہ " علمی اصطلاحات پر اس سے زیادہ مبسوط بحث پہلے کبھی میری نظر سے نہیں گزری " ۔ دوسرے مالک کے نامور طبیب مولوی تمیز الدین خان بہادر تھے جنھیں صوبۂ بنگال کی دونوں زبانوں میں علوم تشریح الابدان اور طب کی تعلیم کا بہت بڑا تجربہ تھا ۔ تیسری تجویز رائے سوھن لال مہتمم مدارس حلقۂ بہار کی تھی جن کا کلکتہ کی کمیٹی سے کوئی تعلق نہ تھا ۔ ان تینوں تجویزوں پر نواب صاحب مرحوم نے بڑی غائر نظر ڈالی ہے اور مفصل تنقید کے بعد وضع اصطلاحات کے متعلق اپنے اصول پیش کیے ہیں ۔

بابو راجندرا لال متر اصطلاحات کے ترجمہ کرنے کے زبردست حامی تھے ۔ لیکن وہ ترجمہ لفظی پابندیوں میں جکڑا ہوا نہ ہو ۔ جیسے مکھی پر مکھی ماردی ۔ بلکہ اس ترجمے سے ایسے الفاظ پیدا ہونے چاہییں جو اشیائے متذکرہ کے لیے علامات کا کام دیں ۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ وہ الفاظ اشیا کا دھندلا تصور ظاہر کریں جو زمانے میں کسی نسل نے غلطی سے ان کے متعلق اپنے ذہن میں قائم کیا تھا جس وجہ سے غلط الفاظ اس کی زبان میں ہمیشہ کے لیے داخل ہوگئے اور زمانۂ قدیم سے مستعمل ہونے کے باعث اب تک مروج ہیں ۔

بابو صاحب نے اپنے مقصد کے لحاظ سے جملہ الفاظ کو

چھ قسموں میں تقسیم کیا - اس کا خلاصہ یہ ہے -

پہلی قسم میں زبان کے وہ معمولی الفاظ ہیں جو کبھی کبھی بطور اصطلاحات استعمال ہوتے ہیں - ان کا ترجمہ اپنی زبان میں کیا جائے -

دوسری قسم کے الفاظ میں جامد اسما اور مختلف چیزوں کے نوعی نام شامل ہیں - جیسے یسٹ (خمیر) مالٹ (شعیر منقوع) وغیرہ - گو یہ الفاظ نہایت عام فہم ہیں لیکن زیادہ تر ایک خاص فن میں استعمال ہونے کی وجہ سے انہوں نے نیم اصطلاحی شکل اختیار کرلی ہے - ان الفاظ کا ترجمہ کیا جائے یا مناسب ترمیم سے انہیں موزوں بنا لیا جائے اور بہ شرط ضرورت ان میں اصلاح کرلی جائے -

تیسری قسم کے الفاظ سائنس کی اشیا کے غیر اشتقاقی نام ہیں مثلاً کونین ٹیلیریم (دھات)، اسیلنیم (دھات)، برومن (ایک مفرد مائع) وغیرہ - ابتدا میں جب یہ الفاظ وضع کیے گئے تو اکثر حالتوں میں جن چیزوں کے لیے استعمال کیے جاتے تھے ان کی کوئی خاصیت ظاہر کرتے تھے لیکن ان میں سے بہت سے الفاظ کے اشتقاقی معنی عرصۂ دراز سے مفقود ہوگئے اور یہ الفاظ دوسرے درجے کے جامد بن گئے ہیں -

ان الفاظ کا املا خاص قواعد کی پابندی سے دیسی زبان میں لکھا جائے ۔

چوتھی قسم میں نباتات وحیوانات کے مرکب علمی ناموں کا شمار ھے جو ابتدا میں اشتقاقی معنی رکھتے تھے لیکن بہ وجوہ چند در چند ان میں سے اکثر الفاظ کی اب یہ کیفیت نہیں رهی اور اب وہ کسی خاص نوع یا جنس کا نام ظاہر کرتے ھیں ۔ مثلا جونیسیا ایسوکا (*Jonesia Asoka*) ، کوئیس بھکٹی (*Coius Bhekti*) وغیرہ ۔ لہذا گذشتہ اقسام کی طرح یہ بھی جامد اسماء تصور کئے جاسکتے ھیں ۔ ان الفاظ کا املا خاص قواعد کی پابندی سے بلا تغیر وتبدل دیسی زبان میں لکھا جائے ۔

پانچویں قسم سے مفرد الفاظ کو تعلق ھے جن کے اشتقاقی معنی نہایت صاف وصریح ھوتے ھیں اور صرف اسی حد تک کارآمد ھیں جب کہ سامع پر اپنے اشتقاقی معنی بہ‌خوبی واضح کردیں ۔ چوں کہ یہ الفاظ صرف علوم و فنون ھی میں استعمال ھوتے ھیں ۔ اس لیے انہیں خالص اصطلاحی سمجھنا چاھیے ۔ ان الفاظ کا ترجمہ کیا جائے یا مناسب ترمیم سے انہیں موزوں بنالیا جائے اور بہ شرط ضرورت ان میں اصلاح کی جائے ۔

چھٹی قسم میں وہ مرکب اصطلاحات شامل ہیں جن کا کم از کم ایک اور اکثر حالتوں میں ہر جز کچھ نہ کچھ اشتقاقی معنی ضرور رکھتا ہے - یہی معنی اُن اصطلاحوں کی جان ہوتے ہیں - اور اس شے کی نوعیت معلوم کرنے کی غرض سے جن کے لیے کوئی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے کہ سامع ہر جز کا مطلب بہ خوبی سمجھ لے - ان الفاظ کا ترجمہ کیا جائے اور بہ شرط ضرورت ان میں اصلاح کی جائے - لیکن آلات کے نام اس سے مستثنا ہیں ، اُن کا صرف املا ہی دیسی زبان میں لکھا جائے -

خلاصۂ کلام یہ کہ (۱) ان تمام اصطلاحات کا جو اشیا کی صفات ظاہر کرتی ہیں بغیر استثنا ترجمہ کیا جائے یا ضروری ترمیم سے مفید مطلب بنا لیا جائے - لیکن اگر ہندستانی زبانوں میں مترادف الفاظ نہ ملیں تو مفرد اشیا کے نام یورپی زبان سے لیے جاسکتے ہیں -

(۲) اصطلاحات کے مکمل لغات تیار کیے جائیں جن میں دیسی زبان کے مترادف الفاظ یا ان الفاظ کا املا دیسی زبان میں درج کیا جائے جن کا ترجمہ نہیں کیا گیا -

ڈاکٹر تمیز خاں اس بات میں تو بابو راجندر لال سے متفق ہیں کہ دیسی زبان کی اصطلاحات اگر مل سکیں تو ضرور

اختیار کی جائیں - لیکن نئے الفاظ گھڑنے کے مؤید نہیں ہیں - وہ اسے غیر ضروری سمجھتے ہیں - دیسی زبانوں میں مترادف الفاظ نہ ملنے کی حالت میں اصطلاحات وضع کرنے کے لیے عربی و سنسکرت سے کام لینے کے بجائے وہ بہتر یہی سمجھتے ہیں کہ مغربی اصطلاحات کو برقرار رکھا جائے - ان کا خیال ہے کہ محض سنسکرت عربی فارسی لفظ کے جاننے سے ہمیں کسی چیز کا اس تصور سے بہتر تصور نہیں ہوسکتا جو اس کے انگریزی، لاطینی یا یونانی نام سننے اور طالب علم کو یہ بتادینے سے ہوتا ہے کہ فلاں لفظ فلاں شے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور کسی دوسری چیز کے لیے نہیں بولا جاتا -

تیسری تجویز رائے سوہن لال منتظم نارمل اسکول پٹنہ کی طرف سے پیش ہوئی تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ تمام ادق اور ثقیل اصطلاحات نکال دی جائیں اور ان کی بجائے عام لوگوں کی بول چال کے لفظ اختیار کرکے سائنس کی تعلیم میں آسانی پیدا کی جائے اور اسے عامۃ الناس کی دست رس میں کردیا جائے -

ان تینوں تجویزوں کے ذکر کے بعد نواب صاحب مرحوم نے ان پر تبصرہ کیا ہے اور ان کے عیب و صواب پر بحث کرنے کے بعد خود وضع اصطلاحات کے اصول قائم کیے ہیں -

۱۔ مغربی اصطلاحات کو بہ جنسہ قائم رکھ کر انہیں املا کے ایک دقت طلب طریقے کے مطابق دیسی زبانوں میں منتقل کرنا چاہیے، یا

۲۔ اس خزانۂ الفاظ کو جو عربی، فارسی میں مدفون ہے فراخ دستی اور کشادہ دلی سے صرف کرکے ان اصطلاحات کا دیسی زبانوں میں ترجمہ کرنا چاہیے۔ یا

۳۔ بعض مغربی اصطلاحات بہ جنسہ قائم رکھنے اور بعض کا ترجمہ کرنے سے ان دونوں طریقوں کو مخلوط کر دینا چاہیے۔

پہلا طریقہ ہرگز قابل التفات نہیں اس لیے بالکل نظر انداز کیا جاتا ہے۔ کوئی سمجھ دار ہندوستانی ایک لحظے کے لیے بھی اس سے اتفاق نہیں کرے گا اور نہ کوئی سمجھ دار یورپین اس کا موید ہوگا۔ اس سے ہماری زبان دوغلی ہوجائے گی۔ ہم اس بات کا بہ آسانی اندازہ کرسکتے ہیں کہ اس طریقے پر عمل کرنے سے ہمارے آیندہ پنڈت لاطینی نما ہندوستانی لکھیں گے اور ہندی نما لاطینی بولیں گے۔ اس کا تصور ہی اس قدر مضحکہ خیز اور عجیب وغریب ہے کہ ذہنیات سے اس کو عملیات میں لانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ سوال فی الحقیقت صرف یہ رہ جاتا ہے کہ آیا ہمیں

مغربی علوم کی تعلیم بہ واسطۂ انگریزی دینی چاہیے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو سب الفاظ کا املا دیسی حروف میں لکھنے کے طریقے کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ دینا چاہیے۔

اب رہا ترجمے کا سوال۔ اس کے متعلق وہ فرماتے ہیں کہ اس اصول کو ایک بدیہی صداقت سمجھ کر ہم یہ تسلیم کیے لیتے ہیں کہ ترجمے میں ہمیشہ سادگی یکسانی اور صحت کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان شرائط کو نہایت پابندی کے ساتھ پورا کرنے کے لیے ہمارے طریق عمل کے اصول موضوعہ کیا ہوں اور ہماری رہبری کے لیے کیا قواعد مقرر کیے جائیں۔ اس سوال کا جواب شاید یہ ہوسکتا ہے:۔

(۱) مفرد اشیا کے تعبیر کرنے میں مفرد الفاظ کو مرکب الفاظ پر ترجیح دی جائے۔

(۲) مصطلحات جو اشیائے متذکرہ کی کوئی خاصیت ظاہر کرتی ہیں ان اصطلاحات پر جو کوئی خاصیت ظاہر نہیں کرتیں، مرجح ہیں۔

(۳) اگر ہندوستانی متعلم کے لیے انگریزی اصطلاح اور اس کے ترجمے میں برابر کا اشکال ہو اور ایک کو

دوسرے پر کچھ بھی فوقیت نہ ہو تو یک سانی کی خاطر دیسی اصطلاح کی بجائے انگریزی اصطلاح قائم رکھنی چاہیے ۔

(٤) مرکب اشیا کے تعبیر کرنے میں مرکب اصطلاحات کو ترجیح دینی چاہیے اور یہ اصطلاحات ایسی ہوں کہ مرکب کے اجزا پر بھی کچھ روشنی ڈال سکیں ۔

(٥) ایک ہی قسم کی چیزوں کو ظاہر کرنے کے لیے ایک ہی قسم کے مرکبات و مشتقات کو مرجح سمجھنا چاہیے ۔

(٦) مروجہ اصطلاحات میں خواہ یورپی ہوں یا ایشائی کوئی ایسی اصطلاح قائم نہیں رکھنی چاہیے جو کسی شے کی نوعیت یا خاصیت کی نسبت غلط خیال پیدا کرتی ہو ،،

یہ قواعد کارآمد اور جامع ہیں لیکن سب سے بڑا اور مشکل مسئلہ یہ ہے کہ ان پر عمل کیوں کر ہو ، یعنی ان قواعد کی رو سے اصطلاحات بنائی کس طرح جائیں ۔ اس کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ " ممکن ہے کہ یہ قواعد نا کافی ہوں اور شاید ان میں رد و بدل کی ضرورت ہو لیکن ان سے ہمیں اتنا ضرور معلوم ہوجاتا ہے کہ اگر ہم ایک قلیل مدت میں اپنی زبان کے لیے وہ کام کرنا چاہتے ہیں جسے مغربی زبانوں کے لیے کرنے میں عمریں صرف ہوگئی ہیں

تو ہمارے طریق عمل کی حدود ہونی چاہییں۔ ہم یہ پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ ہمارا اصول سادگی، یک سانی اور صحت ہونا چاہیے۔ سادگی اور صحت تو شاید پیدا کی جاسکتی ہے لیکن ہندوستانی زبانوں کی اس کثرت کی صورت میں یک سانی کیوں کر پیدا کی جائے گی؟ ہم دور کیوں جائیں خود ہمارے چھوٹے سے صوبے میں اردو اور ہندی کے جھگڑے کا کیا تصفیہ ہوگا؟ کیا ایک صوبے کے لیے ہم دو قسم کی اصطلاحات مقرر کریں؟ اس مشکل کا پورا احساس ان دونوں فضلا میں سے جن کے تبصرے اس رسالے کی اشاعت کے محرک ہیں کسی کو بھی نہیں ہوا۔

اس کے بعد انہوں نے عربی اور سنسکرت کی ذاتی خوبیوں سے بڑی اچھی بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس سے تو کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ ان دونوں زبانوں کے ادبی ذخائر ناپیدا کنار ہیں۔ خوبیٔ کلام، وضاحت معانی، اور خالص فلسفیانہ نکات کی چھان بین کے لیے سوائے یونانی کے دنیا کی باقی تمام زبانوں میں یہ اپنی نظیر نہیں رکھتیں۔ لیکن اگر ان دونوں کا مقابلہ کیا جائے تو ان میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ نوع انسانی کی ان دو بڑی آبائی نسلوں کے دماغ، خصائل، جذبات اور تاریخ میں ہے جن کے اجتماعی، اخلاقی، ذہنی

اور تمدنی تجربے کی یہ مظہر ہیں ۔ خیالات کے صحیح اظہار اور تعیین کے لیے یہ دونوں زبانیں اپنی اپنی جگہ نہایت موزوں ہیں ۔ لیکن سنسکرت کو عربی پر یہ بہت بڑی فضیلت ہے کہ اس میں الفاظ کے بےشمار مرکبات و مشتقات بن سکتے ہیں ۔ اور آگے پیچھے الفاظ بڑھا کر ان میں کئی طرح سے تبدیلی کی جا سکتی ہے . . .

عربی زبان اس اعتبار سے بہت کم مایہ ہے کہ اس مین صرف ایک سابقہ " ال " اور ایک لاحقہ " ی " ہے ۔ اس مین مرکب الفاظ بنانے کی صلاحیت بہت کم ہے ۔ یہ اس لیے کہ اس کے مرکبات کی صرف چار قسمین ہین جن مین سے دو ہمارے اغراض کے لیے محض بےکار ہین ۔ مشتقات کے لیے تو یہ قاعدۂ کلیہ مقرر ہے کہ داخلی حروف علت کو بدل دیا جائے لیکن نئے الفاظ بنانے کے لیے اس مین کوئی ایسا لچکدار قاعدہ موجود نہین جو ہر حالت مین کام دے ۔ جو مرکب الفاظ اس زبان مین بن سکتے ہین انہین ہم سوائے ایک مشتبہ استثناء کے واحد کلمۂ صرفی قرار ہی نہین دے سکتے ۔ کیوں کہ ان مرکبات کے اجزا کی انفرادی و ابتدائی حیثیت بہ دستور قائم رہتی ہے اور انہین الگ الگ ہی سمجھنا پڑتا ہے ۔ "

عربی زبان کے اس نقص کو بتانے کے بعد ازروے

انصاف اس کے دوسرے پہلو پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اور کم و بیش دو صفحے میں نہایت جامعیت، قابلیت اور اختصار کے ساتھ عربوں کے ان حیرت انگیز کارناموں اور ایجادات کا ذکر کیا ہے جو سائنس کی ترقی اور اشاعت میں ان سے ظہور میں آئیں اور کس کس طرح نئے الفاظ وضع کیے یا دوسری زبانوں سے مستعار لیے۔

اس تذکرے کے بعد اصل مقصد کی طرف رجوع کی ہے کہ مغربی اصطلاحات کا اردو، ہندی، بنگالی میں بہترین ترجمہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ اس بارے میں انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ "نئی اصطلاحیں ایک دفعہ ہندی یا بنگالی میں داخل ہونے کے بعد ان زبانوں کا جز بن جاتی ہیں۔ اردو اس مداخلت کی اس وقت تک متحمل نہیں ہو سکتی جب تک اس کے موجودہ نظام میں اصولی انقلاب نہ پیدا کیا جائے اور اردو داں حضرات ہندی کی طرف زیادہ مائل نہ ہوں۔ ان امور سے قطع نظر کرتے ہوئے بھی یہ تبدیلی ہمارے لیے باعث مسرت ہوگی۔ کیوں کہ ہمیں پورا یقین ہے کہ اردو اور ہندی میں جتنا زیادہ اتحاد و تطابق ہوگا اتنا ہی اردو کو فائدہ پہنچے گا" لیکن ملک کی موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے وہ بہت افسوس کے ساتھ اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ "اردو

اور ھنڈی دونوں زبانوں کے لیے یکساں اصطلاحات وضع کرنا فی الحال نا ممکن ھے۔"

عربی سے اصطلاحی الفاظ لینے کے متعلق یہ وجہ بتائی ھے "ہم یہ بتاچکے ھیں کہ اکثر بڑے علوم کی ابتدا جو ترجمے کے قابل ھیں عربی میں ھوئی ھے اور جس قدر اصطلاحیں ان علوم کے مبادیات کے لیے ضروری ھیں تحقیقات سے عربی میں معلوم ھوسکتی ھیں۔ عربی ماخذ سے ھمارے علمی لغت میں بہت بڑا اضافہ ھوسکتا ھے۔ اور جب ہم یہ دیکھتے ھیں کہ ھمارے موجودہ اھل فرنگ بھی عربوں کے علمی انہماک کا اعتراف کرتے ھوے منفعل نہیں ھوتے اور الکحل، الکیمی (کیمیا) الجبرا، زینتھ (سمت) ناڈر (نظیر) الیکسر (اکسیر). سیرپ (شربت) جولپ (جلاب) اور اسی قسم کے متعدد الفاظ بہ کثرت استعمال کرکے اپنی ممنونیت ظاھر کرتے ھیں تو ہم اس ذخیرے کی تحصیل سے فائدہ اٹھانے میں کیوں تامل کریں"۔

اس کے علاوہ انھوں نے ایک دوسرے ماخذ کی طرف بھی توجہ دلائی ھے کہ تمام یونانی الاصل لفظ جو طب اور دوسرے علوم میں مستعمل ھیں اس قدر ترمیم کے ساتھ جو ھماری ضروریات کے لحاظ سے لازم ھو، اختیار کرلینے چاھییں کیوں کہ قدیم زمانے کے عربوں نے یہ الفاظ مستعار

ے کر ھمارے لیے ایک مثال قائم کردی ھے۔

ان زبانوں کے علاوہ وہ فارسی سے بھی مدد لینے کے بہت بڑے حامی ھیں کیوں کہ یہ زبان ھندی اور اردو دونوں سے بہت قریبی تعلق رکھتی ھے اور اس میں مرکبات اور مشتقات بنانے کا بھی بہت اچھا قاعدہ ھے۔ فارسی الفاظ اس غرض کے لیے بہت کار آمد ھوسکتے ھیں اور وہ نامانوس بھی نہ ھوں گے۔

اصطلاح کی غرض کے لیے انہوں نے حسب ذیل ماخذوں سے کام لینے کی رائے دی ھے :-

(۱) سنسکرت عربی فارسی اور ان مغربی الاصل الفاظ سے جو ھماری زبان میں مروج ھیں۔

(۲) مصطلحات سے جو عربی کی کتابوں میں مذکور ھیں لیکن عام طور پر استعمال نہیں ھوتیں۔

(۳) عربی کے مرکبات و مشتقات جو خاص قواعد کی پابندی سے وضع کیے جائیں۔

(٤) یونانی یا لاطینی اصل کی اصطلاحوں سے جن میں بہ تقلید اہل عرب ھماری زبان کی صوتی خصوصیات کے موافق ترمیم ھوجائے۔

(٥) مفرد مشتق یا مرکب الفاظ سے جو فارسی سے مستعار لیے جائیں۔

ان سب الفاظ کی مثالیں بھی دی ھیں - پہلی قسم کے الفاظ کی مثالیں جو عام ھیں مثلا فلز یا دھات (*Metal*) قرع انبیق (*Alembic or relort*) ریہ ، شش یا پھیپھڑا (*Lungs*) مدر (*Diueretic*) - بحران (*Carisis*) وغیرہ -

دوسری قسم کے الفاظ جیسے کیمیا میں ملتحیات (*Saline bodies*) دھنیات (*The firedoil*) تخلخل (*Porosity*) مائع (*Liquid*) سیال (*Feluid*) مخدرات (*Palliatives*) غدود (*Glands*) تعدیل (*Eqilibrium*) محور (*Axis*) طـــول بلد (*Longitude*) عــرض بلد (*Latitude*) وغیرہ -

تیسری قسم کے الفاظ جیسے تکاثف (*Density*) معیار (*Test*) علم السکون (*Leatics*) علم حرکت (*Dynamics*) حرکت عمودی *Vertical motion* وضع افقی *Korizontal Position* وغیرہ -

چوتھی قسم کے الفاظ ان نمونوں کے مطابق اختیار کیے جاسکتے ھیں جو پہلے ھی سے موجود ھیں - جیسے *Cornea* کے لیے قرنیہ ، *Diabetes* کے لیے ذیابیطس - *Astrolabe* کے لیے اصطرلاب اور اسماے معرفہ میں *Euclid* کو اقلیدس ، *Isagogue* کو ایسا غوجی ، *Pythagoras* کو فیثا غورث -

اسی تقاید میں *Morphia* کو مرفیہ - *Bromine* کو برومن ،
Yodre کو یودین کہہ سکتے ھیں علی ھذا القیاس -

ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جن الفاظ کا صحیح تلفظ ہم نے بدل دیا ھے و بعینہ اسی صورت میں اختیار یا قبول کرلیا جائے اور نہ ہم قدرت رکھتے ھیں کہ مغربی الفاظ کا املا دیسی زبان میں صحیح طور سے لکھ سکیں - ہم نے رواروی میں چند مثالیں پیش کردی ھیں کہ مغربی الفاظ جو مستعار لیے جائیں ہماری صوتی ضروریات کے مطابق بدل دیے جائیں تاکہ دیسی زبان کے تلا کے ہاتھوں ان کی زیادہ درگت نہ بنے اور جہاں تک صحت لفظی کا تعلق ھے ان کی بے شمار جداگانہ شکلیں پیدا نہ ہوں -

پانچویں قسم کی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ھیں جیسے *Air pump* کے لیے بادکش - *Water pump* کے لیے آب کش *Calyx* کے لیے بیرونی برگ - *Corolla* کے لیے اندرونی برگ *Anthropomorphus* کے لیے آدمی پیکر *Genustubulvina* کے لیے نے نما وغیرہ الفاظ گھڑ سکتے ھیں -

نواب صاحب کو مولوی تمیز خاں بہادر کی اس رائے سے مطابق اتفاق نہیں کہ " محض سنسکرت عربی فارسی لفظ کے جاننے سے ہمیں کسی چیز کا اس تصور سے کچھ بہتر تصور نہیں ہوسکتا جو اس کا انگریزی لاطینی یا یونانی نام سننے اور طالب علم کو یہ

بتادینے سے ہوتا ہے کہ فلاں لفظ فلاں شے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور کسی دوسری چیز کے لیے نہیں بولا جاتا ،،۔ اس پر انھوں نے نہایت معقول تنقید کی ہے اور لکھا ہے ،، ہمیں نفسیات کا کوئی ایسا قانون معلوم نہیں جس سے ثابت ہو کہ جامد اسما اور بے معنی مصطلحات معنی خیز اصطلاحوں یا ان الفاظ کے مقابلے میں آسانی سے یاد رکھی جاسکتی ہیں جن کے مفہوم سے متعلم آگاہ ہو اور جنہیں وہ سلسلۂ خیالات کی کسی زنجیر میں منسلک کرکے اپنے حافظے کے اندر محفوظ رکھتا ہو ۔ ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ ایک مشرقی متعلم کے لیے جو بہ واسطۂ زبان اردو طبعیات اور طب کا اکتساب کررہا ہو ۔ ہندوستانی الفاظ ذات الراسین یا دوسرا اور بادکش کی نسبت بای سپس اور ایر پمپ کا یاد رکھنا زیادہ آسان ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ غیرزبان کے الفاظ اگر بہ کثرت اختیار کیے جائیں تو ان پر حافظے کو اتنی محنت کرنی پڑتی ہے جتنی اس زبان میں کمال حاصل کرنے کے لیے کافی ہوسکتی ہے ۔ اس کے علاوہ غیر معمولی طور پر کام کرنے کے باعث یہ قوت ضرورت سے زیادہ نشو و نما پائے گی جس سے دوسری ذہنی قوتوں کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے ۔ کسی علم کی تحصیل میں اس کی اصطلاحات کا سمجھ کر مطالعہ کرنا از بس ضروری ہے ۔

اگر کوئی متعلم اصطلاحات کے اس طویل سلسلے کو جو ان علوم میں آتا ھے مختلف اشیا کے نام تصور کرنے کے سوا اور کچھ نہ سمجھے اور ان کے اشتقاق مفہوم و مطالب سے آگاہ نہ ھو تو ھمیں خوف ھے کہ ان بے شمار الفاظ کو رٹ لینے کے بعد وہ ویسا ھی کورا رھے گا جیسا پہلے تھا ۔"

تیسری تجویز رائے سوھن لال کی تھی ۔ ان کی رائے یہ تھی کہ سائنس کی اصطلاحات عوام کی بول چال کی زبان سے بنائے جائیں ۔ نواب صاحب نے رائے صاحب کی علمی واقفیت اور قابلیت کا اعتراف کیا ھے لیکن ان کی رائے کے سخت مخالف ھیں ۔ وہ لکھتے ھیں کہ "ھم خود اس بات کے بہت بڑے مؤید ھیں کہ اردو عبارت میں ھندی عنصر غالب رھنا چاھیے کیوں کہ طرز تحریر میں وضاحت زور لچک پیدا کرنے کا یہ ایک یقینی ذریعہ ھے ۔ اور لکھنوی انشا پردازوں کی ایجاد کردہ ثقیل اردو کو جس میں عربیت اور فارسیت زیادہ ھونا پسند کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں لیکن اس کے ساتھ ھی ھم یہ بھی اپنا فرض سمجھتے ھیں کہ رائے سوھن لال کی دھقانیت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں اور ایسی زبان کے رواج کی مخالفت کریں جو دیہات کے گنواروں ھی کو زیب دیتی ھے اور جسے ھندو مسلمان دونوں مہذب گفتگو میں کبھی استعمال نہیں

کرتے . . . ہمیں اس امر کا اعتراف ہے کہ بعض الفاظ کا انہوں نے نہایت مناسب اور موزوں ترجمہ کیا ہے - لیکن اس بات پر حیرت بھی ہے کہ حسب ذیل الفاظ کا اس قدر غلط ناموزوں سوقیانہ عامیانہ اور علمی ضرورت کے لحاظ سے محض بےکار ترجمہ کرنے کی انہوں نے کیوں کر جسارت کی " -

جو الفاظ انہوں نے اپنی تنقید میں اس قسم کے پیش کیے ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں :—

ملے تلے ہوئے زور	*System of forces in equilibrium*
کھیت	*Plane*
جانی ہوئی بدیا	*Exact science*
جچی ہوئی بدیا	*Experimental science*
پہچان	*Definition*
برابر بازو تحط	*Equilateral*
جانی ہوئی بات	*Axion*
دوڑتا بجلی بل	*Voltaic electricity*
رگڑ بجلی بل	*Friction electricity*

یہ ہے خلاصہ اس مقالے کا جو مولوی سید حسین بلگرامی (نواب عماد الملک) نے اس زمانے میں لکھا تھا جب وہ لکھنؤ کے ایک کالج میں پروفیسر تھے - جب جامعۂ

عثمانیہ کے قیام کی منظوری ہوئی تو اس کے افتتاح سے پہلے اور اس کی تیاری کے لیے دارالترجمہ (سر رشتۂ تالیف و ترجمہ) قائم ہوا۔ سائنس کی کتابوں کے ترجمے کے لیے اصطلاحوں کی ضرورت ہوئی۔ اس وقت میری استدعا پر اس مقالے کے ضمیمے کے طور پر ہماری رہ نمائی کے لیے نواب صاحب نے وضع اصطلاحات علمیہ کے لیے چند اصول قلم بند فرمائے، جو یہاں درج کیے جاتے ہیں :—

۱۔ اصول وضع مصطلحات کا یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو حافظے پر بار کم ڈالا جائے اس لیے ایسے مصطلحات وضع کرنا جن میں لفظاً موضوع لهٗ سے کوئی مناسبت نہیں ہے بالکل نامناسب ہے، جہاں تک ممکن ہو اس سے احتراز کیا جائے۔

۲ ۔ زبان عربی میں جتنی مصطلحات قدیم زمانے سے موجود ہیں ان کو ترک نہ کیا جائے ان کے عوض جدید مصطلحات وضع کرنے کی ضرورت نہیں۔ مثلاً ہیئت، ہندسہ اور اس کے، فروع حساب، جبرو مقابلہ، اقلیدس، مخروطات وغیرہ یا۔ طب، تشریح، منطق وغیرہ میں ہمارے اساتذۂ فنون نے جو مصطلحات قدیم زمانے میں وضع یا کسی دوسری زبان سے اخذ کیں وہ بہ حالها قائم رہیں۔ ان کے عوض

جدید مصطلحات تلاش کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ ادنا توجہ سے معلوم ہو جائے گا کہ بعض فنون کی متعدد عربی مصطلحات آج یورپ کی زبانوں مین رائج ہین، پھر ہم کیوں اپنی مصطلحات ترک کردین۔

٣ - جو لغات غیر زبانوں سے لے کر قدیم زمانے مین معرب کرلیے گئے ہین یا جو دخیل ہین وہ اپنے حال پر قائم رہین۔ اصل کی طرف رجوع کرنا ضرور نہین۔

٤ - جدید مصطلحات اردو زبان کے لیے وضع کرنے مین جہاں تک ممکن ہو امور ذیل ملحوظ رہین۔ حتی الامکان ہندی، فارسی، عربی، انگریزی کے انھی لغات سے مدد لی جائے جو ہماری زبان اردو میں مروج ہین۔ غیر مانوس جدید لغات سے احتراص کیا جائے۔

٥ - ثقل تلفظ، رکاکت، تراکیب مغلق وغیر مانوس، توالئی اضافات وغیرہ سے پرھیز کیا جائے۔

٦ - امالہ، ترخیم، فک اضافت اور دوسرے تصرفات سے بوقت ضرورت بے تامل کام لیا جائے۔

٧ - اسم سے فعل بنالینا ایک قسم کا تصرف ھے جس کی بڑی ضرورت ھے۔ اس کو جائز رکھا جائے۔

٨ - عربی اور ٹھیٹھ ھندی لفظوں کی ترکیب سے

حتی الوسع پرہیز کرنا چاهیے ۔

۹ ۔ جہاں دو یا تین یا زیادہ الفاظ کو ملا کر ایک مرکب لفظ بنانا منظور ہو جس طرح فن کیمیا مین اکثر ضرورت پڑےگی تو اس قدر تصرف جائز رکھا جائے کہ ہر لفظ مفرد مین دو ایک حرف حذف کرکے مرکب اصطلاح مین اختصار پیدا کردیا جائے۔

۱۰ ۔ فن کیمیا مین سینکڑوں نام بسیط اور مرکب مادوں کے مستعمل ہوں گے جن کے واسطے علامات کا مقرر ہونا ضروری ہے ۔ یورپین زبانوں کی کتابت مین حروف علاحدہ علاحدہ لکھے جاتے ہین اس لیے یورپین لوگوں کو اس مین کوئی دقت نہین پیش آتی ۔ اب سوال یہ ہے کہ اردو میں مرکب مادوں کے ناموں مین حروف الگ الگ لکھے جائین یا ملا کر، مثلاً کبیکج اور ک ب ی ک ج پر غور کیجیے ۔ حروف کے الگ الگ لکھنے میں آسانی یہ ہے کہ ان کی مقدار کے اظہار کے لیے ہندسے لگادیے جاسکتے ہیں ۔ ملا کر لکھے جائین تو ہندسے لگانا مشکل ہو جائے گا گو حروف کے علاحدہ علاحدہ لکھے جانے میں طوالت بے شک ہے "۔

نواب عماد الملک نے اس مقالے کے لکھنے میں بڑی وسعت و دقت نظر سے کام لیا ہے اور موضوع کے ہر پہلو پر سیر

حاصل بحث کی ھے - اس موضوع پر اس سے پہلے ایسا جامع رسالہ نہیں لکھا گیا تھا - ان اصحاب کے لیے جو علمی کتابیں ترجمے کرنے یا تالیف کرنے کا ذوق رکھتے ھیں ، یہ اب بھی رہنمائی کا کام دے سکتا ھے -

اس ضمن میں بعض ان اداروں کا ذکر بھی مناسب معلوم ھوتا ھے جنہوں نے اگرچہ علمی اصطلاحات کے متعلق کوئی اصول قائم نہیں کیے لیکن علمی اور ادبی کتابیں ترجمہ و تالیف کرا کر شائع کیں - ان میں سائنٹی فک سوسائٹی علی گڑھ خاص طور پر قابل ذکر ھے - یہ سوسائٹی (سر) سید احمد خاں نے سنہ ١٨٦٤ع میں قائم کی جسے اس وقت تقریباً ٨٠ سال ھوتے ھیں- اس کا مقصد یہ تھا کہ علمی اور ادبی کتابیں انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرا کر مغربی ادب اور مغربی علووم کا مذاق اھل وطن میں پیدا کیا جائے - اگرچہ سوسائٹی نے اصطلاحی الفاظ کے لیے کوئی اصول نہیں بنائے تھے لیکن اس نے مختلف علوم مثلاً علم طبعیات ، فلاحت ، ریاضیات ، معاشیات وغیرہ پر جو کتابیں شائع کیں ، ان میں بہت سی انگریزی اصطلاحات کا ترجمہ اردو میں کیا گیا- اسی طرح انجمن پنجاب اور اوریئنٹل کالج لاھور نے بھی علمی کتابیں شائع کرکے بہت مفید کام کیا -

علاوہ اداروں کے بعض اھل علم نے انفرادی طور پر

قابل قدر کام کیا ۔ ان مین امیرؒ کبیر نواب شمس الامرا محمد فخر الدین خان بہادر خاص طور پر قابل ذکر ہین جن کی سرپرستی اور نگرانی مین سائنس کی مختلف شاخون پر چھ رسالے شائع ہوئے ۔ چون کہ یہ چھ علوم پر مشتمل تھے اس لیے اس سلسلہ کا نام « ستۂ شمسیہ » رکھا گیا ۔ یہ رسالے ریورنڈ چارلس کی تالیف تھے جو سنہ ۱۸۱۸ ع مین لندن مین شائع ہوئے تھے ۔ ان کا ترجمہ انگریزی سے میر امان علی دھلوی ، غلام محی الدین حیدرآبادی اور مسٹر جونس اور موسیو تندوسی نے کیا ۔ یہ رسالے علم جرثقیل ، علم ہیئت ، علم آب ، علم ہوا ، علم انظار اور علم برق و مقناطیس پر ہیں ۔ اصل انگریزی رسالے مبتدیون کے لیے سوال و جواب کی صورت میں لکھے گئے تھے ۔ ترجمے میں بھی اسی صورت کو برقرار رکھا ھے ، زبان صاف ھے ، اصطلاحات کے لیے عربی فارسی کے مروجہ الفاظ استعمال کیے گئے ہین اور جہاں کہیں عربی فارسی لفظ نہیں ملے تو اصل انگریزی لفظ اختیار کر لیے گئے ہیں ۔ یہ رسالے سنہ ۱۲۵۵ ھ مطابق سنہ ۱۸۳۹ ع و سنہ ۱۲۵۶ ھ مطابق سنہ ۱۸۴۰ ع میں حیدر آباد سے شائع ہوئے ۔ ان رسالون کے آخر مین حوالے کے ساتھ نقشے اور اشکال بھی دی ہیں تاکہ مضمون کے سمجھنے میں آسانی ہو ۔ یہ تقریباً وھی زمانہ ھے جب

که دهلی کالج مین جدید علوم کی تعلیم اردو کے ذریعے سے
دی جارهی تهی - وهاں کی ورنیکیولر ٹرانسلیشن سوسائٹی
کے لیسے جو چنده جمع کیا تها، اس کی فہرست مین امیر کبیر
نواب شمس الامرا بہادر کا نام بهی درج هے اور ان کے نام کے
سامنے ۸۰۲ رپے ۱٤ آنے لکهے هین - نواب صاحب کے فرزند
نواب عمدة الدوله محمد رفیع الدین خان بہادر نے جو اپنے فاضل
باپ کی طرح علم و فن کا ذوق رکهتے تهے، ایک کتاب
فارسی زبان مین رفیع البصر کے نام سے لکهی - یه علم مناظر پر
مبسوط کتاب تهی - اس کا خلاصه نواب صاحب کے قدیم
ملازم رتن لال ولد چنپا لال نے منتخب البصر کے نام سے اردو
مین کیا جو سنه ۱۲۵۷ ھ مطابق ۱۸٤۱ ع مین چهپ کر شائع
هوا - اس مین بهی سوال و جواب کا ڈهنگ رکها هے اور متعدد
نقشے اور شکلین کتاب کے بیچ مین اور آخر مین دی هین - یه
کتابین اس زمانے مین مبتدیوں اور عام شائقین کے لیسے بہت
مفید تهیں - ان میں بہت سی اصطلاحیں استعمال کی گئی هیں
جن مین سے کچھ اب بهی کار آمد هوسکتی هین -

اسی زمانے میں لکهنؤ کی رصد گاه کے ایک معمر
کارکن مولوی کمال الدین نے رصدگاه کے ناظم کرنل ولکاک
کی نگرانی میں کوئی باره رسالوں کا ترجمه کیا جو قوائے

آلیہ ، ھیئت ، علم الھوا ، علم المناظر ، حرارت ، طبعیات ، آلات ریاضی ، قوت مقناطیسی ، کیمیا وغیرہ پر تھے - یہ رسالے بہت مختصر تھے - اس زمانے میں زیادہ کارآمد نہیں ھوسکتے اب یہ نایاب ھیں ورنہ ان میں بھی بعض کام کی اصطلاحیں مل سکتی تھیں -

بہت دن ھوئے ڈاکٹر محمد شائق نے کیمیا پر ایک کتاب لکھی تھی اور بڑی محنت اور قابلیت سے کیمیائی اصطلاحات کے وضع کرنے کے خاص اصول قائم کیے تھے اور ان اصول کے مطابق کیمیاوی اصطلاحیں بنائی تھیں - یہ پہلی کتاب تھی جس میں انگریزی کیمیادی اصطلاحات کے لاحقوں اور سابقوں کے مطابق اردو میں سابقے اور لاحقے معین کرکے اصطلاحات بنانے کا ڈھنگ پر ڈالا تھا - دارالترجمہ جامعۂ عثمانیہ کے سابق رکن چودھری برکت علی مرحوم نے بھی اسی ڈھنگ پر اپنے قاعدے معین کیے تھے -

اس موقع پر میں مولانا کرامت حسین مرحوم کا ذکر بھی مناسب خیال کرتا ھوں وہ علوم عربیہ کے جید عالم تھے اور ان کا دماغ حکیمانہ واقع ھوا تھا فلسفہ - وغیرہ سے انہیں خاص لگاؤ تھا - بہت سی اصطلاحیں جو آج کل ھمارے ادب میں عام طور پر مروج ھیں انھی کی وضع کی ھوئی

یا دی ہوئی ہیں جو ان کی تحریروں اور کتابوں میں استعمال ہوتی تھیں۔

تقریباً پچیس برس کا عرصہ ہوا کہ میری درخواست پر مرحوم ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری نے ایک مضمون وضع اصطلاحات علمیہ پر لکھا تھا۔ ابتدا میں انہوں نے اقوام عالم کے حالات کو پیش نظر رکھ کر نہایت مدلل طریقے سے یہ ثابت کیا تھا کہ جن قوموں نے غیروں کی زبان سیکھی اور اس کے ذریعے سے تحصیل علم کی کوشش کی وہ ہمیشہ زوال پزیر ہوئیں۔ کوئی قوم حقیق علم اور آزادی حاصل نہیں کرسکتی جب تک وہ اپنی زبان کو ترقی نہ دیگی اور اس کے واسطے سے علم حاصل نہ کریگی۔ اس کے بعد جدید وقدیم علوم، نصاب تعلیم اور ترجمے کی اہمیت پر بحث کی ہے جو بہت دلچسپ ہے۔ آخر میں وضع اصطلاحات کے متعلق اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "مصطلحات علمیہ کے متعلق بعض کا خیال ہے کہ ان کے انتخاب یا وضع کرنے والے ماہرین ہونے چاہیں، یعنی جس علم وفن کی مصطلحات مطلوب ہوں ان کو اسی علم یا فن کے ماہرین بنائیں۔ لیکن یہ درست نہیں ہمارے اکثر انگریزی یونیورسٹیوں کے ہندوستانی پروفیسر جو علوم جدیدہ کی تعلیم دیتے ہیں اپنی

زبان میں مصطلحات سے بہت کم واقف ہیں بلکہ خود انگریزی زبان میں بھی علم اللسان کے نقطۂ نظر سے یونانی اور لاطینی مصطلحات کے معنے نہیں جانتے" ان کی رائے میں "اردو زبان کی اس خدمت کے لیے ایک ایسی جماعت کے تیار کرنے کی ضرورت ہے جس میں ماہرین کے علاوہ عربی فارسی، یونانی لاطینی انگریزی، فرنچ اور جرمن کے جاننے والے موجود ہوں"۔

ان کا خیال یہ ہے کہ ہمیں دوسروں کی تقلید میں یورپی زبانوں یا انگریزی زبان کی اصطلاحات کو بہ جنسہ اپنی زبان میں نہیں اختیار کرنا چاہیے۔ جس قدر اصطلاحات ہمیں اپنی قدیم اردو فارسی عربی زبانوں کی کتابوں میں مل سکتی ہیں تلاش کر کے لیں اور جن اصطلاحات کے لیے لفظ نہ ملیں، ان کو خود بنانا چاہیے اور اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ انگریزی یا جس یورپی زبان کا لفظ ہو اس کے اجزا کی تحلیل کرلی جائے، پھر اس کے لاطینی یا یونانی وغیرہ مادے کے لحاظ سے اس کا ترجمہ کرلیا جائے جیسے *Phons* آواز۔ *Graph* نگار۔ فونوگراف کے لیے آواز نگار۔ اسی طرح ٹیلی فون کے لیے دور گو۔ آٹو موبیل کے لیے خودرواں وغیرہ۔

ان کی راے میں جس طرح انگریزی لاطینی یا یونانی مصطلحات کا اختیار کرنا غلط ھے عربی مصطلحات کا اختیار کرنا بھی درست نہیں۔ عربی مصطلحات کے اختیار کرنے سے وھی قباحت جو انگریزی کو لاطینی مصطلحات کی وجہ سے عارض ھے باقی رھتی ھے اور وہ آسانی جو جرمنوں کو جرمن مصطلحات سے حاصل ھے پیدا نہیں ھوتی۔

هندی الفاظ اور مصطلحات اختیار کرنے میں یہ دقت ھے کہ لطافت زبان بالکل جاتی رھتی ھے۔ مثلا ایک منطق کے رسالے میں *Contrary* (نقص اجمالی) اور *Contradictory* (نقص تفصیلی) کا ترجمہ آدھا توڑ اور پورا توڑ کیا گیا ھے۔ ڈاکٹر بجنوری کی راے میں فارسی زبان کو اس بارے میں عربی اور هندی زبانوں پر ترجیح ھے۔ افراد تفریط سے بچنے کے لیے سب سے اول جہاں فارسی مصطلحات موزوں بن سکیں ان کو سب پر ترجیح دینی چاھیے۔ مثلا کثیرۃ الرجل کے لیے کثیرپا، مستقیم الاحنجہ کی بجاے راست پر زیادہ موزوں اور عام فہم ھیں۔

آخر میں میں ایک ایسے صاحب فکر شخص کا ذکر کرنا

چاھتا ھوں جس نے اس موضوع پر سب سے زیادہ محققانہ کام کیا۔ اس کی حیثیت اس بارے میں مجتہدانہ ھے۔ مولوی وحید الدین سلیم عربی فارسی کے جید عالم اور اردو کے بہت بڑے ادیب تھے۔ ان کی نظر وسیع، ذوق سلیم اور طبع جدت پسند تھی۔ وہ الفاظ کی حقیقت، ان کے اشتقاق و ترکیب اور نشیب و فراز اور ان کی وصل و فصل کی اھلیت سے کامل طور پر واقف تھے۔ یہ ان کا عمر بھر کا مشغلہ تھا۔ وقتاً فوقتاً کئی اخبار ان کی زیر ادارت رھے، ان میں وہ نئے نئے خیالات اور اسما کے لیے نئے الفاظ گھڑ گھڑ کر استعمال کرتے رھے جن میں سے اکثر رفتہ رفتہ زبان میں رائج ھوگئے۔ میں ان کے اس لسانی ذوق سے واقف تھا، اس لیے جب دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کا کام شروع ھوا اور اصطلاح سازی کی دشواری پیش آئی تو میری تحریک پر مولوی صاحب نے وضع اصطلاحات پر ایک مستقل کتاب تالیف کی جو انجمن ترقیٔ اردو کے سلسلۂ مطبوعات میں شائع ھوئی۔ یہ کتاب ھماری زبان کے ادب میں خاص اور منفرد حیثیت رکھتی ھے اس سے قبل ھماری کسی زبان میں اس موضوع پر ایسی جامع اور انقلاب انگیز کتاب نہیں لکھی گئی۔ اور اصطلاح سازی اور الفاظ سازی کے جو اصول و قواعد اس میں بیان کیے

گئے ہیں وہ اس نہج و ترتیب سے کبھی تحریر میں نہیں آئے تھے۔

ابتدا میں مولوی صاحب نے اصطلاح کی ضرورت، اصطلاح سازی کے دو مختلف نظریے اور ان کے حامیوں کے دلائل وضاحت سے بیان کیے ہیں۔ اس کے بعد اس امر پر بحث کی ہے کہ اردو کا زبانوں کے کس خاندان سے تعلق ہے۔ پھر اس خاندان کی زبانوں میں الفاظ سازی کے مشترک اصول بیان کیے ہیں۔ اس تفصیلی بحث کے بعد جس میں اردو زبان کی قدرتی بناوٹ کا خاکہ کھینچا ہے وضع اصطلاحات کی اصلی بحث شروع کی ہے۔ چناں چہ اول مفرد اصطلاحیں وضع کرنے کے اصول بتائے گئے ہیں، پھر عملی طور پر اس قسم کی اصطلاحیں وضع کرنے کے طریقے درج کیے گئے ہیں۔ ان اصولوں اور طریقوں کے بیان کرنے کے بعد ایک نہایت اہم اور دل چسپ بحث اس باب میں یہ کی گئی ہے کہ ہماری زبان میں ترکیب الفاظ کے کون کون سے طریقے پائے جاتے ہیں۔ اس بحث میں مرکب الفاظ کا جو بیش قدر ذخیرہ درج کیا گیا ہے وہ الفاظ اور اصطلاحات کے بنانے کے لیے نہایت کار آمد ہے۔ غرض کہ اول

سابقوں اور لاحقوں کے ذکر ہیں، پھر نیم سابقوں اور لاحقوں کے بیان میں مفرد و مرکب الفاظ کا ایک ایسا اچھا سرمایہ جمع کردیا ہے جو کہیں ایک جگہ نہیں ملے گا۔ ترکیب الفاظ کے طریقے مندرج کرنے کے بعد مرکب اصطلاحیں وضع کرنے کے اصول بیان کیے ہیں۔ آخر میں ایک ذیل ہے جس میں مرکب اصطلاحات کے بعض اصول کا استعمال مثالیں دے کر بتایا ہے۔ بڑی خوبی یہ ہے کہ جس قدر الفاظ اور اصطلاحیں انھوں نے بنائی ہیں وہ انھی قواعد کے مطابق ہیں جو پہلے سے ہماری زبان کے الفاظ میں پائے جاتے ہیں۔

ہر شخص کے لیے جو نئے خیالات کے لیے نئے الفاظ اور نئے علوم کے لیے نئی اصطلاحات بنانا چاہتا ہے اس کا پڑھنا ناگزیر ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب کے مطالعے سے ہمیں معلوم ہوگا کہ ہماری زبان میں کس قدر وسعت، گنجایش اور لچک موجود ہے۔ مولانا نے مرحوم نے اس تین سو صفحے کی کتاب میں دریا کو کوزے میں بند کردیا ہے۔ چوں کہ کتاب چھپ چکی ہے اور بہ آسانی ملتی ہے اس لیے میں اس کی خصوصیات کے متعلق زیادہ تفصیل بیان نہیں کرنا چاہتا۔

اب وہ وقت آیا جب جامعۂ عثمانیہ کے قیام کی منظوری ہوئی۔ جب کبھی اردو یا دیسی زبان کو ذریعۂ تعلیم بنانے کا مسئلہ پیش ہوا تو یہ عذر کیا جاتا کہ جدید علوم کی تعلیم کے لیے کتابیں کہاں سے آئیں گی۔ اسی دشواری کا سامنا اب بھی تھا۔ اس لیے سررشتۂ تالیف و ترجمہ قائم کیا گیا کہ دو سال کے اندر انٹرمیڈیٹ کی ضروری کتابیں تیار کرکے جامعہ کا افتتاح کردیا جائے۔ ان کتابوں اور خاص کر سائنس کی کتابوں کے لیے وہی پرانی بحث اصطلاحات کی پیش آئی۔ اس مسئلے پر بہت بحث رہی۔ اس میں دو گروہ ہوگئے۔ ایک جماعت کا خیال تھا کہ انگریزی اصطلاحات بہ جنسہ اردو میں اختیار کرلی جائیں دوسری جماعت کی یہ رائے تھی کہ ہمیں خود اصطلاحات بنانی چاہییں۔ اخر کثرت رائے سے یہ طے پایا کہ ہمیں اردو میں خود اپنی اصطلاحات وضع کرنی چاہییں۔ اردو میں انگریزی کی تمام علمی اصطلاحات داخل کرنے سے جو خرابیاں واقع ہوتیں ان کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ خصوصاً نواب عمادالملک نے اس پر بہت مدلل اور معقول بحث کی ہے۔ اگر ایسا کیا جاتا تو ہماری زبان عجیب قسم کا ملغوبا ہوجاتی اور اس کی ساری لطافت اور حسن خاک

میں مل جاتا ۔ اس غرض سے وضع اصطلاحات کے لیے ایک مجلس بنائی گئی جس میں ماہرین فن اور ماہرین زبان دونوں شریک تھے ۔

تقریباً اسی زمانے میں انجمن ترقی اردو نے بھی یہ کام شروع کیا تھا چوں کہ دارالترجمے کا ناظم اور انجمن کا سکریٹری ایک ھی شخص تھا اس لیے باھمی اتحاد سے یہ یہ کام حسن وخوبی انجام پایا اور سب سے اول انجمن نے فرہنگ اصطلاحات علمیہ شائع کی ۔ اس میں ھیئت اور نباتیات کی اصطلاحیں تو انجمن نے تیار کرائیں اور باقی علوم کی وہ تھیں جو دارالترجمے میں وضع کی گئی تھیں ۔ چوں کہ یہ ابتدائی زمانہ تھا اور اس وقت صرف انٹرمیڈیٹ کی جماعتوں کے لیے کتابیں تیار کی جارھی تھیں اس لیے یہ اصطلاحات مکمل نہ تھیں ۔ تاھم یہ پہلی کوشش تھی ۔ اور مستحسن کوشش تھی ۔ ان اصطلاحات کے وضع کرنے کے لیے ھم نے یہ اصول قرار دیے تھے ۔

(۱) اصطلاحات کے وضع کرنے کے لیے ماھران زبان اور ماھران فن دونوں کا یک جا ھونا ضروری ھے ۔ اصطلاحات کے بنانے میں دونوں پہلووں کا خیال رکھنا

لازم ہے تاکہ جو اصطلاح بنائی جائے وہ زبان کے سانچے میں بھی ڈھلی ہو اور فن کے اعتبار سے ناموزوں نہ ہو۔

(۲) اصطلاحات بنانے کے لیے عربی فارسی ہندی میں سے کسی زبان کا بھی ایسا مادہ لے سکتے ہیں جو سہل ہو یعنی جو مروج اور موزوں ہو۔ الفاظ دوسری زبان سے لے سکتے ہیں لیکن ان الفاظ سے اشتقاق یا ترکیب کے ذریعے جو الفاظ بنائے جائیں گے وہ اردو صرف ونحو کے بموجب ہوں گے۔ یعنی لفظ دوسری زبان سے لے سکتے ہیں لیکن اس کے نحوی قاعدے نہیں لے سکتے۔

(۳) حتی الامکان مختصر لفظ وضع کیے جائیں جو اصل مفہوم یا اس کے قریبی معنوں کو ادا کرسکیں۔

(٤) جس طرح اگلے زمانے میں اپنی زبان یا غیر زبانوں کے اسما سے مصادر بنائے جاتے تھے (مثلا بدلنا، قبولنا ، بخشنا وغیرہ) اسی طرح اب بھی حسب ضرورت اسما سے افعال بنالیے جائیں۔

(٥) ترکیب میں انھی اصولوں کو پیش نظر رکھا

جائے جو اب تک ہماری زبان میں مستعمل ہیں۔ مثلاً ہندی لفظ کے ساتھ عربی فارسی کا جوڑ اور عربی فارسی سابقوں اور خصوصاً لاحقوں کا میل ہندی الفاظ کے ساتھ۔ مثلاً دھڑے بندی، اگالدان، بےکل وغیرہ۔ یا عربی قاعدے سے فارسی ہندی الفاظ کے اسم کیفیت جیسے رنگت، نزاکت کے طرز پر مزاجیت، ہردلعزیت وغیرہ۔

(٦) ہماری زبان کی ایسی اصطلاحیں جو قدیم سے رائج ہیں اور اب بھی اسی طرح کار آمد ہیں انہیں برقرار رکھا جائے۔ البتہ بعض اصطلاحیں جو صحیح نہیں اور رائج ہوگئی ہیں یا جن سے اشتقاق و ترکیب کی رو سے آگے لفظ نہیں بن سکتے انہیں ترک کر کے ان کی بجائے دوسرے مناسب لفظ وضع کرلیے جائیں۔

(٧) ایسے انگریزی اصطلاحی لفظ جو عام طور پر رائج ہوگئے ہیں یا ایسے لفظ جن کے اشتقاق مشکوک ہیں یا ایسی اصطلاحیں جو موجدوں یا تحقیق کرنے والوں کے نام پر رکھی گئی ہیں انہیں بہ دستور رہنے دیا جائے۔

(٨) بعض انگریزی اصطلاحیں جو پہلے زمانے میں اس وقت کی معلومات کی رو سے تجویز کی گئی تھیں اور

حال کی تحقیق سے صحیح نہیں رہیں ان کی بجائے ایسے لفظ تجویز کیے جائیں جو جدید تحقیق کی رو سے صحیح مفہوم ادا کرسکیں۔ اس میں انگریزی الفاظ کی تقلید نہ کی جائے۔

تقریباً چار سال ہوتے ہیں کہ یہ مسئلہ گورنمنٹ آف انڈیا کے سنٹرل ایڈوائزری بورڈ آف ایجوکیشن میں آیا۔ باعث اس کا یہ ہوا کہ کچھ عرصے سے حکومت بمبئی کے سامنے مقامی زبانوں میں سائنس کی اصطلاحات کا مسئلہ پیش تھا۔ اس لیے حکومت نے مسٹر بی۔ این سیل ڈپٹی ڈائرکٹر تعلیمات صوبہ بمبئی سے خواہش کی کہ وہ اس مسئلے پر ایک یاد داشت پیش کریں۔ چوں کہ یہ کل ہند مسئلہ تھا اس لیے حکومت بمبئی نے یہ یاد داشت سنٹرل ایڈوائزری بورڈ آف ایجوکیشن کو بھیج دی کہ وہ ایسی مشترک اصطلاحات کا تعین کرے جو تمام ہندستان کے لیے قابل قبول ہو۔

مسٹر سیل کے نوٹ کا خلاصہ یہ ہے :—

۱۔ سارے ہندستان کے لیے سائنس کی مشترک اصطلاحات مقرر کی جائیں۔

۲ - ان اصطلاحات کا مشترک اور بڑا حصہ انگریزی اصطلاحات ہوں جو بہ جنسہ اختیار کرلی جائیں -

۳ - ان اصطلاحات کے لیے ہر ہندستانی زبان میں تین خاص درجے ہونے چاہییں :

(الف) بڑا حصہ انگریزی اصطلاحات کا ہو جو عملاً سارے ہندستان کے لیے مشترک ہوگا -

(ب) ہر ہندستانی زبان میں ایک بہت تھوڑی تعداد اسی زبان کے ایسے الفاظ کی ہوگی جو اس زبان سے مختص ہوں گے -

(ج) سنسکرتی یا دراوڑی زبانوں کے لیے سنسکرت کی اصطلاحیں اختیار یا وضع کرلی جائیں اور پرسو عربک (فارسی عربی) زبانوں یعنی اردو پشتو سندھی کے لیے عربی فارسی کی اصطلاحیں - لیکن یہ اصطلاحیں تعداد میں بہت تھوڑی ہوں گی -

جب کبھی اردو اور ہندی کے میل سے ہندستانی زبان وجود ۔

میں آئے اور وہ کل ہند مشترک زبان مان لی جائے اور مروج ہوجائے تو پھر ب اور ج کے حصے ایک ہوجائیں گے۔ مسٹر سیل کی رائے ہے کہ سنٹرل ایڈوائزری بورڈ کو ایک مستقل مجلس اس غرض کے لیے بنانی چاہیے۔ ان کی یہ قطعی رائے ہے کہ ہمیں بلا تأمل تقریباً تمام انگریزی اصطلاحات اپنی زبانوں میں اختیار کرلینی چاہیں۔ اور جس وقت اصطلاحیں مقرر ہوجائیں تو تمام نصابی کتابوں میں حکماً وہی استعمال کی جائیں۔

اس غرض کے لیے ایڈوائزری بورڈ نے ایک کمیٹی بنائی جس کا اجلاس ۱۵ و ۱٦ اکتوبر سنہ ۱۹٤۰ع کو سر اکبر حیدری مرحوم کی صدارت میں حیدرآباد میں ہوا۔ اس میں بعض صوبوں کے ڈائرکٹر تعلیمات، بعض یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر اور کچھ سائنس داں شریک تھے۔ میں نے اس کمیٹی میں ایک یادداشت پیش کی جس میں یہ بیان کیا کہ سوائے حقیقی بین اقوامی اصطلاحات کے باقی اصطلاحات کا ترجمہ کیا جائے اور حسب ضرورت وضع کی جائیں۔ زبان کے لحاظ سے ان اصطلاحات کی دو قسمیں ہوں گی۔ ایک آریائی زبانوں کے لیے جن کی اصطلاحیں ہندستانی یعنی اردو میں بنائی جائیں۔ دوسری دراوڑی زبان کے لیے وہ جو آپس

مین مل کر بنالین - یہ راے کمیٹی نے تسلیم کرلی - جیسا کہ اس کی روئداد سے جو ذیل مین درج کی جاتی ھے ، معلوم ھوگا - کمیٹی دو روز کے غور اور بحث کے بعد ان نتائج پر پہنچی :-

۱ — بین قوی اصطلاحات (انگریزی الفاظ کی صورت مین) تمام ھندستان کے لیے استعمال کی جائین گی -

۲ — عام تعلیم کی خاطر ھر ھندستانی زبان کی مخصوص اصطلاحات کا بہ وجہ معروف اور مروج ھونے کے قائم رکھنا لازم ھوگا - لیکن تعلیم کے اعلا درجون مین (۱) و (۲) کی اصطلاحون کی بجاے وہ اصطلاحین اختیار کی جائین جن کا ذکر (۳) مین ھے -

۳ — کل ھند بنیاد پر اصطلاحات مین یک سانی پیدا کرنے کے لیے یہ مناسب معلوم ھوتا ھے کہ ایک سنٹرل بورڈ آف ریفرنس مع ذیلی کمیٹیون کے ایسا قائم کیا جائے جس کے فیصلے ان مسائل کے متعلق صوبائی حکومتون اور دوسرے علاقون مین قبول کیے جائین -

٤ — اس خیال کی بنا پر کہ ھندستانی زبانین دو بڑی قسمون یعنی (۱) ھندستانی اور (۲) دراوڑی مین تقسیم کی

جاسکتی ہیں، ہر قسم کے لیے بورڈ مقرر کیے جائیں تاکہ وہ ہر تقسیم کی زبانوں کے لیے مشترک اصطلاحات تیار کرے۔

٥ — یک سانی کی خاطر اردو میں ریاضی کے سوالات اور مسئلے بائیں سے دائیں جانب کو لکھے جائیں۔

٦ ـ یک سانی کی مد نظر نیز منظور شدہ اصطلاحات کو زیادہ سے زیادہ مقبول بنانے کے لیے ان افسروں کو جو نصاب کی کتابوں کے منظور کرنے کے ذمے دار ہیں اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ ان کتابون میں صرف وہی اصطلاحات استعمال کی جائیں جو منظور کی گئی ہیں۔

اس کے بعد ۱۲ جنوری سنہ ۱۹۴۱ع کو سنٹرل ایڈوائزری بورڈ کا اجلاس مدراس مین ہوا اور کمیٹی کے مذکورۂ بالا فیصلے پیش کیے گئے۔ بورڈ نے کمیٹی کی سفارشوں کو مندرجۂ ذیل ترمیم کے ساتھ منظور کیا۔

(۱) کمیٹی کی سفارش نمبر ۲ خارج کردی جائے۔ کیوں کہ نمبر ۳ کے ذریعے اس کی تکمیل ہوسکتی ہے۔

(۲) ہندوستانی زبانوں کو ہندوستانی اور دراوڑی میں

تقسیم کرنے کی بجائے انھیں سنسکرت اور پرسو عربک (فارسی عربی) میں تقسیم کیا جائے ۔

(۳) سفارش نمبر ۵ میں ریاضی کے سوالات اور مسئلوں کی بجائے ریاضی کے عمل اور ضابطے لکھے جائیں ۔ ۱۵ جنوری سنہ ۱۹٤۲ ع کو سنٹرل ایڈوائزری بورڈ آف ایجوکیشن کا ایک اور اجلاس ہوا اور اس میں تمام صوبائی حکومتوں اور علاقوں اور ہندوستان کی یونیورسٹیوں کی آرا ے دربارۂ اصطلاحات سائنس پر غور کیا گیا ۔ بورڈ نے اس امر پر اطمینان ظاہر کیا کہ ان سب نے رپورٹ کی سفارشوں سے عام طور پر اتفاق ظاہر کیا ہے ، البتہ زبانوں کی تقسیم کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے ۔ لہذا یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایک سنٹرل بورڈ آف ریفرنس مقرر کیا جائے ۔ اس بورڈ کو اختیار دیا جائے کہ وہ حسب ضرورت ماہرین کی ذیلی کمیٹیاں مقرر کرے ۔ اور امید ظاہر کی گئی کہ ان کی رہ نمائی عام اصولوں کے متعلق اور ان کے فیصلے ان مسائل پر جو ان کی راے کے لیے پیش کیے جائیں گے ، عام طور پر مقبول ہوں گے ۔

نیز یہ طے پایا کہ ہندوستانی زبانوں کی تقسیم کے

مسئلے سے متعلق تمام امور کا فیصلہ (جہاں تک کہ ان کا تعلق سائنس کی اصطلاحات سے ، ھے) بورڈ آف ریفرنس کے اختیار میں ھوگا ۔ یہ بھی طے پایا کہ ریفرنس بورڈ ایک صدر (جو لازماً سنٹرل ایڈوائزری بورڈ کا ممبر ھوگا) ، دو سائنس دانوں اور دو ماھرین السنہ پر مشتمل ھوگا ۔

بورڈ کے فیصلوں میں دو امور قابل غور ھیں ۔ ایک بین قومی اصطلاحات ، دوسرا ھندستان کی زبانوں کی تقسیم ۔ بین قومی لفظ مبہم ھے ۔ جب تک ماھرین سائنس (جن میں کچھ ایسے بھی ھوں جو انگریزی کے علاوہ دوسرے ممالک کی زبانوں اور وھاں کی سائنسی ترقی وحالات سے واقف ھوں) مل کر یہ فیصلہ نہ کریں کہ حقیقی طور پر بین قومی اصطلاحات کون کون سی ھیں اس وقت تک یہ امر غور طلب اور غیر منفصل رھے گا ۔ نیز جن ممالک نے (خواہ وہ یورپی ھوں یا ایشیائی) سائنس میں معقول ترقی کی ھے ان کے متعلق کافی معلومات مہیا کرنی پڑیں گی اور یہ دیکھنا ھوگا کہ انہوں نے سائنس کی اصطلاحات کے متعلق کیا رویہ اختیار کیا ھے اور وہ کن اصطلاحات کو بین قومی سمجھتے ھین ۔ اگر یہ نہ ھوا تو نتیجہ یہ ھوگا کہ کثرت سے انگریزی اصطلاحات بین قومی نام سے ھماری

زبانوں میں داخل ہوجائیں گی جو کسی حال میں درست نہیں۔

زبانوں کی تقسیم جن کی سفارش بورڈ نے اپنے فیصلے میں کی ہے اس سے ہمیں اختلاف ہے۔ ہمارے ملک میں کوئی زبان پرسو عربک نہیں۔ پرسو عربک سے بورڈ کی مراد اردو، سندھی اور پشتو ہے۔ اردو زبان کی ساخت اور اس کی صرف و نحو بالکل ہندی ہے۔ الفاظ میں بھی کثرت تعداد ہندی لفظوں کی ہے۔ یہی حال سندھی اور پشتو کا ہے۔ عربی فارسی الفاظ کے آجانے سے کوئی زبان عربی یا فارسی نہیں ہوسکتی۔ باقی زبانوں کو سنسکرتی خیال کیا گیا ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں۔ اس تقسیم سے بورڈ کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اردو سندھی پشتو کی اصطلاحات عربی فارسی سے اور باقی زبانوں کی سنسکرت سے بنائی جائیں۔ اس سے ہمارا مقصد فوت ہوجاتا ہے جس کا منشا یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اصطلاحیں سلیس اور عام فہم ہوں۔ اگر سنسکرت اور عربی سے اصطلاحیں بنائی گئیں تو وہ ہمارے طالب علموں کے لیے ایسی ہی مشکل ہوں گی جیسی انگریزی اصطلاحیں جو زیادہ تر لاطینی اور یونانی مادوں سے بنائی گئی ہیں۔

سنٹرل بورڈ آف ریفرنس کے آخری جلسہ منعقدۂ بنگلور مورخۂ ۳۱ مئی ۱۹۴۷ع میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس کا خلاصہ یہ ھے :-

(۱) بورڈ کی یہ راے ھے کہ ایسی اصطلاحات جو مختلف زبانوں میں مروج ھیں اور نئی اصطلاحات کے مفہوم کو صحیح طور سے ادا کرتی ھیں، ان کا ضرور لحاظ کیا جاے - لیکن یہ مناسب معلوم ھوتا ھے کہ بین اقوامی اصطلاحات ایسے لاحقوں اور سابقوں کے ساتھ جن کی ضرورت بعض خاص زبانوں کے لیے لاحق ھوگی، اختیار کرلی جائیں -

بورڈ کی راے میں رقمی معاوضے کے اصول پر قابل اشخاص کے مقرر کرنے کی کارروائی فوراً شروع کردی جاے ان کا کام یہ ھوگا کہ وہ سائنس کی مستند مطبوعات کا ترجمہ کریں جس میں بین اقوامی اصطلاحات کا استعمال کیا جاے تاکہ وہ ھندوستانی زبانوں کی اسی قسم کی مطبوعات کے لیے نمونے کا کام دیں سائنس کی ایسی کتابیں نامور سائنس والوں کے مشورے سے انتخاب کی جائیں -

(۲) اس غرض کے لیے بورڈ نے حسب ذیل پانچ

علاقائی کمیٹیاں تجویز کیں ۔

١ ـ جنوبی گروہ	تامل، تلنگی، ملیالم، کنڑی زبانوں کے لیے	
٢ ـ مغربی گروہ	گجراتی اور مرھٹی کے لیے	
٣ ـ مشرقی گروہ	بنگالی، آسامی، اور اڑیا کے لیے	
٤ ـ وسطی گروہ	اردو، ھندی، ھندوستانی، اور پنجابی کے لیے	
٥ ـ شمالی مغربی گروہ	سندھی، پشتو، اور کشمیری کے لیے	

میرا اعتراض اس پر یہ تھا کہ سندھی، پشتو اور کشمیری میں کوئی چیز مشترک نہیں ۔ کشمیر کی دفتری اور تعلیمی زبان اردو ھے ۔ یہی حال صوبۂ سرحد کا ھے ۔ سندھ میں بھی اردو کا رواج ھورھا ھے اور اس کی مجوزہ یونی ورسٹی کا ذریعۂ تعلیم اردو ھوگا لہذا اردو، پنجابی، سندھی، پشتو اور کشمیری کا گروہ الگ بنایا جائے ۔ ان زبانوں کی اصطلاحات

سوا ئے اردو کے کسی دوسری زبان میں نہیں ہوسکتیں ۔

یہ تمام بحثیں تقسیم سے پہلے کی تھیں ۔ اب چونکہ پاکستان وجود میں آ گیا ھے لہذا اس پر زیادہ بحث کی ضرورت باقی نہیں رہی ۔

ابتدا ئے قیام دار الترجمہ جامعۂ عثمانیہ سے مجلس وضع اصطلاحات برابر کام کر رہی تھی اور بہ صرف کثیر ہزارہا اصطلاحات علوم و فنون بنائی جاچکی ہیں ۔ سوا ایک مختصر فرہنگ اصطلاحات کے جو ابتدا میں شائع ہوئی تھی وہ سارا انبار یوں ھی پڑا ھے ۔ شدید ضرورت ھے کہ یہ تمام اصطلاحیں نظر ثانی اور اصلاح کے بعد شائع کی جائیں ورنہ اندیشہ ھے کہ اگر یہی غفلت رہی تو ایک مدت گزر جانے کے بعد یہ ساری محنت اکارت جائے گی ۔

ایک مدت تک ان اصطلاحوں کی اشاعت کا انتظار رہا ۔ انتظار کی ایک حد ہوتی ھے ۔ جب اس طرف سے مایوسی ہوئی تو آخر انجمن ترقی اردو ہند نے اس بات کا بیڑا اٹھایا اور جامعۂ عثمانیہ کے بعض مستعد اور فاضل پروفیسروں کی مدد اور مشورے سے جہاں تک

ممکن ھوا اس کام کو انجام دیا ۔ چنانچہ کیمیا ، طبعیات ، معاشیات ، عمرانیات ، تاریخ و سیاسیات کی اصطلاحیں شائع ھوچکی ھیں ارر بعض دیگر علوم کی زیر ترتیب ھیں ۔ انجمن نے علاوہ ان علمی اصطلاحات کے پیشہ وروں کی اصطلاحات کی لغات سات جلدوں میں شائع کی ھے جو اپنی نوعیت کی بے نظیر کتاب ھے ۔ اس زمانے میں جب کہ حرفت وصنعت پر خاص توجہ کی جارھی ھے یہ لغات بہت کار آمد ثابت ھوگی ۔ اس طرح ھماری زبان کی ھزارھا خوب صورت ، موزوں اور سبک اصطلاحیں فنا ھونے سے بچ گئیں ۔

اصطلاحات کے معاملے میں ایک غلطی یہ ھوئی کہ جب کبھی اور جہاں کہیں یہ کام شروع ھوا ، ھر ایک نے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنالی - پچھلوں کے کام پر نظر نہ ڈالی - ضرورت اس بات کی تھی اور اب بھی ھے کہ جو اصطلاحی الفاظ ھماری قدیم کتابوں میں آئے ھیں وہ تلاش کرکے جمع کیے جائیں نیز گزشتہ سو ڈیڑھ سو برس میں مختلف اداروں اور اشخاص نے جو کچھ کیا اسے بہ نظر غور دیکھا جاے اور ان میں جتنے موزوں

اور کام کے لفظ ملیں انہیں اختیار کیا جائے ۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ ایک لفظ جو پہلے کے مقابلے میں بھدا اور ناموزوں تھا ۔ یا مثلاً معاشیات میں بہت سے ایسے لفظ ہیں جن کا تعلق تجارت سے ہے یا بازاروں منڈیوں اور ساھوکارے میں بولے جاتے ہیں ان سے واقف نہ ہونے سے نئے لفظ بنالیے جاتے ہیں جو مقبول نہیں ہوسکتے ۔ انجمن یہ تمام سرمایہ جمع کرنے کی کوشش کررہی ہے اور اس سے کام بھی لے رہی ہے ۔

انگریزی زبان سے الفاظ مستعار لینے ، قدیم الفاظ کے اختیار کرنے اور نئی اصطلاحات وضع کرنے کے اصول اور طریقے جو بیان کیے گئے ہیں اب مسلم ہوچکے ہیں ۔ ماہرین فن اور ماہرین زبان کے اجتماع سے انجمن ترقی اردو اور دارالترجمہ جامعۂ عثمانیہ میں کافی تجربہ ہوچکا ہے ۔ لهذا اس تجربے کی بناپر اور زیادہ تحقیق اور وسعت نظر سے کام لےکر جہاں تک جلد ممکن ہو اس کی تکمیل کی جائے ۔ کیوں کہ علمی کتابوں کے پڑھنے اور لکھنے کا شوق روز بروز بڑھتا جاتا ہے اور اسی مناسبت سے مترجمین و مؤلفین کی ضرورتیں بھی بڑھ رہی ہیں ۔ چنانچہ ہر مہینے انجمن کے سکریٹری کے نام ایسے خطوط وصول ہوتے ہیں جن میں

انگریزی الفاظ و اصطلاحات کے مترادف دریافت کیے جاتے ہیں ۔ جہاں تک ہوسکتا ہے ان کی تعمیل کی جاتی ہے لیکن اس طرح کب تک کام چل سکتا ہے ۔ اگر اصطلاحات کے متعین کرنے اور ان کی اشاعت میں تاخیر کی گئی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر مترجم اور مولف کے اپنے خیال اور قیاس کے مطابق الفاظ استعمال کرنے کا اندیشہ ہے ۔

اب حکومت پاکستان کا کام ہے کہ ان تمام تجربوں اور اصولوں سے کام لے اور ان کو پیش نظر رکھ کر اس کام کا آغاز کرے جس پر ہمارے علم و ادب کی بنیاد ہوگی ۔

چونکہ یہ قطعی فیصلہ ہوگیا ہے کہ پاکستان کی جامعات میں ذریعۂ تعلیم اردو ہوگا ۔ لہذا جس قدر جلد ممکن ہو اس کام کو تکمیل تک پہنچانا ضروری ہے ۔ ہمارے لیے وہ مشکلات نہیں جو جامعۂ عثمانیہ اور دوسرے اداروں کو پیش آئیں ۔ ہمیں ان اداروں اور بزرگوں کا شکرگزار ہونا چاہیے کہ انہوں نے اس کٹھن منزل کو آسان کردیا ۔ اس میں اگر تساہل یا غفلت کی گئی تو نہ صرف ہماری تعلیم کا بلکہ مملکت پاک کا شیرازہ منتشر ہوجائے گا ۔